الوئس اشپرینگر کی اردو خدمات

محمد اکرام چغتائی*

ڈاکٹر الوئس اشپرینگر (Aloys Sprenger، ۱۸۱۳ء-۱۸۹۳ء) آسٹریا کے صوبے شمالی ٹائرول (Tirol) کے سرد ترین مرکزی شہر انسبرک (Innsbruck) کے نواحی گاؤں ناسیرائیٹ (Nassereith) میں پیدا ہوا۔ ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ویانا چلا گیا اور یہیں قیام کے دوران میں معروف شرق شناسوں کی زیر نگرانی عربی، فارسی اور ترکی زبانیں سیکھیں اور انہی کی تحقیقات و مطالعات سے متاثر ہو کر اس نے مشرق و مغرب کے علمی اتصال کو اپنا مقصدِ حیات بنایا[۱]۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اس نے کوئی ڈھب کی ملازمت کے حصول کے لیے ادھر اُدھر بہت ہاتھ مارے، لیکن بے سود۔ بالآخر انگلستان کا رخ کیا اور وہیں ایسٹ انڈیا کمپنی کے شعبۂ طب میں ملازم ہو کر کلکتہ پہنچا (۱۸۴۳ء)۔ اپنے تیرہ سالہ قیامِ ہند کے دوران میں اس نے عربی، فارسی، ترکی اور اردو مخطوطات و مطبوعات کا جو نادر ذخیرہ جمع کیا، وہ ۱۸۵۷ء کے ہنگاموں سے ایک سال قبل بہ حفاظت جرمنی پہنچا دیا اور پھر وہاں جاتے ہی برلین کے شاہی کتاب خانہ کو فروخت کر دیا، جو آج بھی دو عالمی جنگوں کی تباہ کاریوں کے باوجود اس شہر کی مرکزی لائبریری میں محفوظ ہے۔ اس ذخیرۂ اشپرینگر (Nachlass Sprenger) کے متعلق معروف جرمن مستشرق تیوڈور نیولدکہ (Th. Noeldeke) رقم طراز ہے:

> When he [Sprenger] returned to Europe in 1858, he brought back with him probably the most systematic and comprehensive collection of Oriental manuscripts and printed books that have ever come from the Orient. After the collection passed to the Koeniglische Bibliothek, Berlin, it was instrumental in augmenting a new era of Islamic studies in Germany.[۲]

اشپرینگر کی مادری زبان جرمن تھی۔ دیگر یورپی زبانوں پر بھی اسے دسترس حاصل تھی۔ ''دانشِ مشرق'' کو مغرب میں متعارف کرانے کے لیے وہ عربی، فارسی اور ترکی (یعنی چغتائی ترکی) کی مبادیات سے بھی وہ کما حقہٗ واقف تھا۔ برصغیر میں آتے ہی اس کا اردو سے واسطہ پڑا اور اس کو سیکھنے میں اسے کسی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ جلد ہی اس کو دہلی کالج کا پرنسپل

* سابق ڈائریکٹر، اردو سائنس بورڈ، لاہور

مقرر کر دیا گیا جہاں پہلی بار اردو کو ذریعۂ تعلیم کا درجہ دیا گیا۔ یہیں سے اس کو مؤرخِ ہند سر ہنری ایلیٹ (م۔ ۱۸۵۳ء) کے حکم پر لکھنؤ کے شاہی کتاب خانوں (موتی محل، توپ خانہ اور فرح بخش) میں محفوظ قلمی نسخوں کی فہرست سازی کی ذمہ داری سونپی گئی اور تقریباً دو سال کی قلیل مدت میں اس نے دس ہزار مخطوطات کے کوائف قلمبند کر دیئے [۳]۔ دہلی اور لکھنؤ جیسے اردو کے دو اہم مراکز میں پانچ سالہ قیام کے دوران میں اس کو اس زبان پر کامل عبور حاصل ہو گیا۔ بالعموم وہ اپنی تحریر و تقریر میں یہی زبان استعمال کرتا تھا۔ برلین میں محفوظ اس کے نجی کاغذات میں اس کے ہاتھ کی تحریر کردہ اردو عبارتیں موجود ہیں۔ یہیں اس کے نام اردو مکتوبات کثیر تعداد میں موجود ہیں، جو دہلی کالج کے اساتذہ اور تلامذہ نے اسے بھجوائے تھے۔ ان مکتوب نگاروں میں مولانا مملوک العلی نانوتوی، مولانا محمد مظہر نانوتوی، مولوی کریم الدین پانی پتی، مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، مولوی سید برکت علی اور منشی محمد ابوالحسن فرید آبادی کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں [۴]۔ اردو کے علاوہ ان میں اس دور کی بعض اہم مقتدر شخصیات کے فارسی خطوط بھی شامل ہیں [۵]۔ قیامِ دہلی کے دوران میں اس نے ہفت روزہ باتصویر اخبار بعنوان قران السعدین بھی جاری کیا [۶]، جس کا ذکر اس نے سیرت پر اپنی جرمن کتاب (بذیل حاشیہ نمبر 2) میں ان الفاظ میں کیا ہے:

> "In the year 1845 I founded an illustrated journal in Delhi on the pattern of *Penny Magazine*. Its title was *Qiran's-Sa'dain*, that means the conjunction of two auspicious planets, Jupiter and Venus, which referred to the Occident and the Orient. It was the first attempt of its kind. After eleven years, when I left India, I felt great pleasure to see more than a dozen journals of its imitation."

علاوہ ازیں بعض اہم اردو کتب اس کی فرمائش پر طبع ہوئیں، جن میں دیوانِ میر درد [۷]، کہانی رانی کیتکی اور اودھے بھان [۸] کی اور آثار الصنادید [۹] قابل ذکر ہیں۔

اشپرینگر نے ہندوستان سے روانگی سے قبل اپنے نجی ذخیرۂ مخطوطات و مطبوعات کو بڑے بڑے لکڑی کے ڈبوں اور صندوقوں میں بند کرا کے اپنی نگرانی میں راس کماری سے ہامبورگ بذریعہ بحری جہاز بھجوا دیا (۱۸۵۶ء)، لیکن اس سے قبل ان کی مختصر سی فہرست تیار کر لی، جس کے مطابق ان کی مجموعی تعداد ۱۹۷۲ء ہے [۱۰]۔ ان میں زیادہ تر تعداد عربی [۱۱] اور فارسی [۱۲] مخطوطات کی ہے۔ اسی فہرست کے دیباچے (بابت ۱۷ نومبر ۱۸۵۷ء) میں اس نے ان کی جمع آوری کی کوششوں کا ان الفاظ میں اجمالاً ذکر کیا ہے:

> During the thirteen years, which I spent in the East, I enjoyed the vast opportunities to collect works of literature, which is

> rapidly falling into decay and whose precious monuments have for the most part already disappeared. Three years I resided at Dilly..., two years I have employed by the government to catalogue the libraries of Lucknow....; and two years I travelled in Egypt, Syria, Mesopotamia, the 'Iraq, the island of Kishm and Masqat I made conscientiously use of the opportunities thus afforded to me: I visited every library, public and private, to which I could obtain access. I examined every book I could lay hold of, I spared no expense to secure a good manuscript, and if I met with a rare work, which I could not obtain by purchase I had it copied and carefully compared, and I had agents in various parts of the country, through whom I obtained books even from Mecca and Madynah. Only a fortnight ago I received a list of 531 Arabic manuscripts, which are for sale at Basrah on the banks of the Tigris.
>
> "In making these exertions and spending so much money, to collect manuscripts of the literature of the Islam, I was not guided by a childish bibliomania, but by a sense of duty.

لکھنؤ کے شاہی کتاب خانوں کی فہرست تیار کرانے کے لیے اسے جو تقرر نامہ دیا گیا، اس میں یہ ہدایت بھی کی گئی کہ:

> You need not confine yourself exclusively to the king's libraries, but you can undertake, as opportunity offers, the examination of some of the best private collections in that city, which are supposed to contain many rare and valuable works.

اس کے ذاتی کاغذات میں لکھنؤ اور دہلی کے متعدد ایسے نجی اہم کتاب خانوں کی فہارس موجود ہیں، جو اس کی فرمائش پر تیار کرا کے بھجوائی جاتی تھیں۔ اس کی علاوہ ان بڑے شہروں کے تاجرانِ کتب بھی اسے وقتاً فوقتاً نادر کتب کی اطلاع فراہم کرتے رہتے تھے اور جس خطی یا مطبوعہ کتاب کی ضرورت ہوتی، وہ خرید لیا کرتا۔

عربی اور فارسی کے علاوہ اردو مخطوطات اور مطبوعات بھی ذخیرۂ اشپرینگر میں موجود ہیں، لیکن ان کی تعداد نسبتاً کم ہے۔ اس کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق مطبوعات کی تعداد [19] ۱۳۱ ہے۔ ان میں سے راقم کا مرتبہ یوسف خان کمبل

یوش کا سفر نامہ ''تاریخِ یوسفی''[۱۴] (مطبوعہ 1847ء) المعروف بہ عجائبات فرنگ اور قصۂ منصور[۱۵] (منظوم از احمد علی شوراچپوری تفصیل تعارف ناموں کے ساتھ شائع کرا چکا ہے۔ ڈاکٹر مجاہد حسین زیدی مرحوم نے جرمنی میں اردو مخطوطات کی مجموعی تعداد ستر (۷۰) بتائی ہے، جن میں نصف یعنی پینتیس (۳۵) اشپرینگر کی ذاتی ملکیت تھے[۱۶]۔ ان میں سے اب تک درج ذیل مخطوطات کے تنقیدی متون شائع ہو چکے ہیں۔ جنگِ عظیم دوم کی تباہ کاریوں کے باعث برلین لائبریری میں محفوظ قلمی نسخوں سمیت تمام نایاب ذخائر کو جرمنی کے دو شہروں ماربورگ اور ٹیوبنگن کی دانش گاہوں کے تہہ خانوں میں رکھوا دیا گیا اور یہ برسوں وہیں رہے۔ اردو مخطوطات زیادہ تر ثانی الذکر شہر ٹیوبنگن سے دستیاب ہوئے اور ان کی دریافت کا سہرا پروفیسر خواجہ احمد فاروقی مرحوم کے سر ہے۔

۱۔ کربل کتھا از فضل علی فضلی۔ مرتبہ ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی۔ دہلی ۱۹۶۵ء

۲۔ ایضاً۔ مرتبین مالک رام و مختار الدین احمد۔ دہلی ۱۹۶۶ء

رک: کربل کتھا کی دریافت در: تاثرات از نسیم اختر۔ پٹنہ ۲۰۰۲ء، ص ۱۱۔۲۰۔

۳۔ دیوان بقا از بقاءاللہ اکبر آبادی۔ مرتبہ ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی۔ دہلی ۱۹۶۱ء

۴۔ قانون النساء۔ مرتبہ ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی۔ دہلی ۱۹۶۵ء

۵۔ امیر خسرو کا ہندوی کلام۔ مرتبہ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء

علاوہ ازیں اردو شعراء کے بعض تذکروں (مثلاً نکات الشعراء از میر تقی میرؔ اور طبقات سخن از مبتلا و عشق میرٹھی) کی تدوین میں بھی ذخیرۂ اشپرینگر کے نسخوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اردو تذکرہ نویسی کے حوالے سے یہ بتانا ضروری ہے کہ اشپرینگر نے خود بھی اردو شعراء کا تذکرہ مرتب کیا تھا، جو ان کی کیٹلاگ (۱۸۵۴ء حوالۂ درج بالا) میں موجود ہے۔ اس کا اردو ترجمہ طفیل احمد نے یادگارِ شعرا کے زیر عنوان شائع کرایا تھا (الہ آباد ۱۹۴۳ء، طبع عکسی لکھنؤ)

جرمنی واپس جانے کے بعد اشپرینگر نے ہائیڈل برگ کے قریب وائن ہائیم نامی ایک چھوٹے سے شہر میں سکونت اختیار کر لی۔ چند برس وہ اپنے نجی ذخیرۂ مخطوطات و مطبوعات برلین لائبریری کو فروخت کرنے میں مصروف رہا۔ جونہی وہ اس سے فارغ ہوا، وہ سوئٹزرلینڈ کی برن یونیورسٹی سے منسلک ہو گیا[۱۷]۔ اس یونیورسٹی کے ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہاں اردو بھی پڑھاتا تھا۔ اس کی جرمن اور انگریزی تصنیفات اور مقالات کی خاصی طویل فہرست ہے[۱۷]، لیکن اس میں صرف ایک مقالے میں ہندوستانی (یعنی اردو) کی ابتدائی تاریخ کو زیر بحث لایا گیا ہے[۱۸]۔ دراصل اردو کے قدیم ترین شاعر کی بحث کا آغاز گارسیں دتاسی (۱۷۹۴ء۔۱۸۷۸ء) نے کیا، جس نے اپنی تاریخ ادبیات ہندی و ہندوستانی (بزبان فرانسیسی) کے پہلے ایڈیشن کی جلد اول (پیرس ۱۸۳۹ء) میں سعدی شیرازی کے چند اردو اشعار کا ذکر کیا۔ سعدی سے منسوب ان اشعار کے استناد کے بارے میں نیوبولٹ (T. J. Newbold) نے اسے تفصیلی خط لکھا[۱۹]۔ ایک اور

فرانسیسی مضمون نگار بلانٹ (N. Bland) نے گارسیں دتاسی کو بذریعہ خط مسعود سعد سلمان کے 'ہندی دیوان' سے مطلع کیا[20]۔ گارسیں دتاسی نے اپنی ''تاریخ'' (طبع ثانی، ۱۸۷۰ء۔۱۸۷۱ء، عکسی طباعت نیویارک ۱۹۶۸ء) میں سعدی اور خسرو کے تحت ان تمام مباحث کو شامل کر دیا ہے اور اس ضمن میں بحوالہ اشپرینگر خسرو کی پہیلیوں اور لکھنؤ کے کتب خانہ توپخانہ کے قلمی نسخہ بعنوان پہیلی خسرو کا حوالہ بھی دیا ہے[21]۔

اشپرینگر بنیادی طور پر ایک نامور مستشرق یا جدید اصطلاحوں میں اسلام شناس اور عربی دان تھا اور ان حوالوں سے وہ اب بھی یورپی خاورشناسوں کی صفِ اول میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ اس نے مسلمانوں کے علمی، ادبی اور تاریخی خزینوں کو جمع کر کے ۱۸۵۷ء کی رستخیز بے جا (بقول غالبؔ) سے ایک سال قبل بہ حفاظت جرمنی پہنچا دیا اور پھر انہیں وہاں کے مرکزی کتاب خانہ (برلین) میں محفوظ کر دیا۔ ازاں بعد اس کی وفات (۱۸۹۳ء) کے بعد اس کے قریبی اعزہ نے اس کے نجی کاغذات و دستاویزات بھی اسی کتاب خانے میں جمع کرا دیئے۔ بلاشبہ ذخیرۂ اشپرینگر میں اردو مخطوطات اور مطبوعات کی تعداد عربی اور فارسی سے کم ہے، لیکن پھر بھی ان کی اہمیت اور افادیت مسلمہ ہے۔ اردو کے چند اربابِ تحقیق نے مقدور بھر اردو کے اس قلمی اور مطبوعہ ذخیرے سے استفادہ کیا ہے، لیکن ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ ان ذخائر کو دیکھ کر دل تو ''سیپارہ'' ہوتا ہی ہے، لیکن اغیار کی اس علمی میراث کی نگہداشت قابلِ مثال ہے۔ اللہ ہمیں اس سے استفادے کی استطاعت فرمائے۔ آمین۔

اب آخر میں شمل کی ایک کتاب سے متعلقہ اقتباس:

> Sprenger was one of the first western scholars to admit openly the influence of Islamic culture on the Medieval West—contrary to the traditional idealisation of classical antiquity, contrary also to the work of his contemporary, the Scottish orientalist W. Muir, who, although acquainted with Sprenger and his views during his stay in India, thoroughly disliked the Austrian scholar's statement about the importance of Islam in world history and its role in the shaping of occidental civilisation. We would consider Sprenger one of the leading authorities on the literature of Muslim India, and his studies of Urdu and Persian manuscripts are as valuable today as is his superb collection of manuscripts, which is now housed in Berlin. (*German Contributions to the Study of Pakistani Linguistics*. Hamburg 1981, p. 49).

حواشی

۱۔ سیرت پر اپنی جامع کتاب (بزبان جرمن) کے دیباچے میں وہ لکھتا ہے:

"I made it my goal in life to visit the East, to contribute to the introduction of the European culture and in turn to bring back to Europe a correct knowledge of the East and its literature."

(Vol. 1, Berlin 1861, preface, p. V. Reprinted: Hildesheim, 1986)

۲۔ رجوع کیجیے (=رک):

The History of the Qur'an. By Theodor Noeldeke and others. Eng. tr. by Wolfgang Behn. Leiden 2013, p. 375.

۳۔ مکمل حوالہ درج ذیل ہے:

A Catalogue of the Arabic, Persian and Hindustany Manuscripts of the Libraries of the King of Oudh, compiled under the orders of the Government of India. By A. Sprenger, M.D., vol. I, containing Persian and Hindustany Poetry. Calcutta 1854. Reprinted: Osmabrueck: Biblio Verlag, 1970)

(انتساب ایچ ایم ایلیٹ کے نام)

اس فہرست سازی کے لیے اشپرینگر کی تقرری بطور ایکسٹرا اسسٹنٹ رزیڈنٹ (۶ دسمبر ۱۸۴۸ء) لکھنؤ آمد (۳ مارچ ۱۸۴۸ء)، اختتام یکم جنوری ۱۸۵۰ء)۔ ابتدا میں اس فہرست کی کم از کم آٹھ جلدیں شائع کا منصوبہ تھا، لیکن صرف جلد اول ہی اشاعت پذیر ہوئی۔ بقیہ جلدوں کے متعلق یہی کہا جاتا ہے کہ وہ دستبرِد زمانہ کی نذر ہو گئیں، لیکن درحقیقت ان تمام جلدوں کا مکمل مسودہ برلین لائبریری میں محفوظ ہے۔ راقم نے ان بقیہ جلدوں کا ایڈیشن تیار کرلیا ہے، جو عنقریب زیورِ طبع سے آراستہ ہو جائے گا۔

نیز ملاحظہ فرمائیے:

اشپرینگر کے اودھ کیٹلاگ کی فہرست اسمائے کتب مرتبہ مولانا امتیاز علی عرشی رامپوری۔ مملوکہ رضا لائبریری، رامپور (قلمی)

۴۔ یہ تمام مکتوبات مع تفصیلی حواشی و عکسی نقول راقم کی درجِ ذیل کتاب میں شائع کرائے گئے ہیں:

قدیم دہلی کالج (اساتذہ اور طلباء کے مکاتیب بنام الوئس اشپرینگر، ۱۸۴۶ء-۱۸۵۶ء لاہور: دی ٹروتھ سوسائٹی، ۲۰۱۲ء۔

۵۔ یہ بھی عنقریب شائع کر دیئے جائیں گے۔ ان میں سے منتخب خطوط کے عکس راقم کی کتاب ''قدیم دہلی کالج'' میں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔ (ص۵۶۹-۵۹۵)۔

۶۔ رک: راقم کا مقالہ قران السعدین (دہلی کالج کا پہلا علمی و ادبی مجلہ) در: سویرا (لاہور)۔ شمارہ ۶۷ (۲۰۰۲ء)، ص ۱۱۰-۱۴۸۔ محمد عتیق صدیقی: قران السعدین (دہلی کا پہلا ادبی مجلہ) (در: صبح (دہلی)، ۱۸۶۲ء، ص ۱۷-۴۷)۔

راقم کا یہ مقالہ قران السعدین کے ان شماروں پر مشتمل ہے، جو برلین لائبریری کے ذخیرۂ اشپرینگر میں محفوظ ہیں۔ ان شماروں میں غالبؔ، عارفؔ، صدرالدین آزردہؔ، نظام الدین ممنونؔ اور عبداللہ علوی کے جو حالات مع نمونہ کلام دیئے گئے ہیں، ان کو راقم نے الگ سے شائع کر دیا ہے، در: معاصر (لاہور) جلد ۱ شمارہ ۲ (اپریل تا جون ۲۰۰۱ء)، ص ۲۴۴-۲۷۳۔

نیز دیکھئے: اس مجلہ پر گیل مینو (Gail Minault) کا مقالہ در:

Jamal Malik (ed.): *Perspectives of Mutual Encounters in South Asian History, 1760-1860.* Leiden 2000, pp. 260-277.

۷۔ مطبوعہ دہلی، ۱۸۴۷ء۔دیوان درد مرتبہ خلیل الرحمن داؤدی (مطبوعہ مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۶۲ء) میں اس ایڈیشن کا حوالہ نہیں دیا گیا۔

۸۔ انشاءاللہ خاں انشاء کی کہانی رانی کیتکی کا منحصر بفرد قلمی نسخہ موتی محل (لکھنو) سے دستیاب ہوا۔اس کے دریافت کنندہ اشپرینگر کی فرمائش پر اس کا انگریزی ترجمہ مع متن ''جرنل آف ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال'' کے دوشماروں میں شائع کیا گیا (۱۸۵۲ء، ۱۸۵۵ء) مع انگریزی تعارف از اشپرینگر۔ برائے تفصیل رک: رانی کیتکی، اردو متن مع انگریزی ترجمہ، مرتبہ راقم لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء

۹۔ اشپرینگر نے سیرت پر اپنی جامع جرمن کتاب (حوالہ مذکورہ بالا) کی جلد اول کے دیباچے میں ان چند کتابوں کا حوالہ دیا ہے، جو اس کی فرمائش یا تجویز پر لکھی گئیں، ان میں ''آثار الصنادید'' (مطبوعہ دہلی، ۱۸۴۶ء) بھی شامل ہے۔علاوہ ازیں اس نے اپنے کتاب خانہ کی فہرست تیار کی (۱۸۵۶ء، حوالہ مرقومۃ الذیل) اس میں بھی ''Compiled at my suggestion'' کے الفاظ لکھے گئے ہیں (ص ۱۵، شمارہ ۲۸۵)۔انہی دنوں اشپرینگر، جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی میں باقاعدگی سے Literary Intelligence کے زیر عنوان مطبوعات پر تبصرے کیا کرتا تھا۔''آثار الصنادید'' پر اظہار خیال کرتے ہوئے اپنی اس اطلاع کو دہرایا ہے۔(جلد ۲۴ (۱۸۵۵ء)، ص ۴۴-۵۲)

۱۰۔ مکمل حوالہ یہ ہے:

A Catalogue of the Bibliotheca Orientalis Sprengeriana.
Giessen: Wilhelm Keller. January 1857.

۱۱۔ درج ذیل کیٹلاگ کی دس جلدوں میں ان عربی مخطوطات کے کوائف دیے گئے ہیں:

Wilhelm Ahlwardt: *Verzeichniss der arabischen Handschriften.*
Berlin. 10 vols., 1887-1899. Reprinted: HIldesheim, 1980-1981; *Kurzes Verzeichniss der Glaser'scha Samulung arabischen Handschriften.* Berlin 1887. Hars Kuris: *Arabische Handschriften der 'Bibliotheca Orientalis Sprengeriana',* in der Staatsbibliothek Pecussischer Kulturberitz, Berlin. Historische und quantitative Untersuchungen an der Sammlung des Islamhistorikers Sprenger (1813-1893). Die Abteilungen Geschichte, Geographie und Hadit. Freiburg: Schwarz, 1981.

پہلے یہ فہرست مقالے کی صورت میں پیش کی گئی۔1970ء، صفحات 60۔

۱۲۔ رک:

Wilhelm Pertsch: *Verzeichniss der persischen Handschriften.* Koeniglichen Bibliothek zu Berlin. Berlin 1888.

مرزا سنگین بیگ کی سیر المنازل (تاریخ عمارات دہلی) سمیت تین مصور قلمی نسخوں کے لیے رک:

Ivan Stchoukine *et al: Illuminierte islamischen Handschriten* Teil 1. Wiesbaden 1971.

۱۳۔ رک: راقم کی کتاب قدیم دہلی کالج حوالہ مذکورہ بالا، ص ۶۷۸-۶۸۳

۱۴۔ در: معاصر (لاہور)، ۱۹۹۹ء۔لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء

۱۵۔ در: بنیاد (لمز، لاہور)۔جلد ۹ (۲۰۱۸ء)، ص ۹-۳۳۔

۱۶۔ رک:

M. H. Zaidi: *Hindustani-Handshriften in Dautschland* (XVII. Deutscher Orientalistentag 1963, Teil 2 (ZDMG, Supplement I, 1969), pp. 546- 556;—: *Urdu Handschriften*. Wiesbaden 1973; —: "Aloys Sprengers Beitrag zum Urdu-Studium", in: *ZDMG*, Supplement II. Vortraege. Wiesbaden 1974, pp. 259-265.

۱۷۔ رک:قدیم دہلی کالج (حوالۂ مذکورہ)،ص۶۶۹ -۶۷۵

۱۸۔ بزبان انگریزی در: جرنل آف دی ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (کلکتہ)۔ ۲۲(۱۸۵۳ء)،ص۴۴۲۔۴۴۴

۱۹۔ در: ژورنال آسیاتیک (پیرس)۔ ۱۸۴۳ء،ص۳۶۱-۳۶۹

۲۰۔ در: ایضاً، ۱۸۵۳ء،ص۳۵۶-۳۷۱

۲۱۔ رک: تاریخ-از گارسیں دتاسی۔طبع ثانی اشاعت مقرر، جلد دوم،ص ۲۰۷۔اسی صفحہ کے تحتی نوٹ میں اس نے اشپرینگر کی کیٹلاگ (۱۸۵۴ء)،ص۶۱۹) کا بھی حوالہ دیا ہے۔مزید دیکھئے: اسی ''تاریخ'' کی جلد دوم (ص ۲۹۰-۲۹۱) اور جلد سوم (ص ۲۔۴) اور بذیل خسرو (ص ۲۰۴-۲۰۸)۔اور اسی ''تاریخ'' کا اردو ترجمہ بعنوان تاریخ ادبیات اردو۔ مصنفہ گارسیں دتاسی۔فرانسیسی سے اردو ترجمہ لیلیان سیکستن نازرو۔ترتیب وتدوین اور تقدیم ڈاکٹر معین الدین عقیل۔ جامعہ کراچی: پاکستان اسٹڈی سینٹر، ۲۰۱۵ء، ص ۴۲۱-۴۲۲۔شمس الرحمن فاروقی: اردو کا ابتدائی زمانہ (مقدمہ تاریخ)۔ ۲۰۱۵ء (پانچواں ایڈیشن)

Abstract

This article aims at highlighting the Urdu works of Aloys Sprenger as he was one of the first western scholars to admit openly the influence of Islamic culture on the Medieval West. In the year 1845 I founded an illustrated journal in Delhi on the pattern of Penny Magazine. Its title was Qiran's Sa'dain that means the conjunction of two auspicious planets, Jupiter and Venus, which referred to the Occident and Orient. It was the first attempt of its kind. During the thirteen years he spent in the East, he enjoyed the vast opportunities to collect works of literature and he was employed by the government to catalogue the libraries of Lucknow and two years he travelled in Egypt. His studies of Urdu and Persian manuscripts are as valuable today as is his superb collection of manuscripts which is now housed in Berlin.

Keyword: Qiran's Sa'adain, Urdu and Persian catalogues